محمد جعفر شاہ پھلواروی

ایک حدیث

بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کی زبانی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بڑی معنی خیز حدیث ان الفاظ میں نقل کی ہے:

ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ من زوایاہ، فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ؟ فانا تلک اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔

میری اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کی مثال یوں ہے کہ جیسے ایک شخص نے ایک نہایت عمدہ اور خوبصورت عمارت بنائی ہو اور اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رکھی ہو۔ لوگ اس کو چاروں طرف دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں اور یہ بھی کہتے ہوں کہ یہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ بس سمجھ لو کہ وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

یہ فرمان نبویؐ ایک طرف تو ایک بڑی سچی حقیقت کو بیان کر رہی ہے اور دوسری جانب اسی سے بعض شکوک بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ سچی حقیقت تو یہ ہے کہ حضورؐ نے اپنی بالکل صحیح پوزیشن واضح فرما دی ہے اور شبہہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث کے پیش نظر حضورؐ کی خدمات یا پوزیشن اتنی ہی رہ جاتی ہے جتنی پوری عمارت میں ایک اینٹ ہو۔ آج کی صحبت میں ہم ان ہی دونوں نکتوں پر گفتگو کریں گے۔

اپنی ذات ہو یا کسی دوسرے کی شخصیت صحیح پوزیشن کو واضح کرنے میں بڑی دشواری ہوتی ہے۔ اصل حقیقت کے اظہار میں یا تو کچھ مبالغہ ہوتا ہے یا کمی۔ زیادتی ہو تو تکبر ہو جاتا ہے اور خاکساری و انکسار کیا جائے تو کمی ہو جاتی ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص کسی سے کہتا ہے کہ سبحان اللہ آپ تو بڑے عالم، متقی، پرہیزگار ایسے اور ویسے ہیں۔ آپ جیسا انسان تو ہم نے آج تک نہیں دیکھا وغیرہ وغیرہ اور وہ اس کے جواب میں کہے کہ نہیں جی میں تو کچھ بھی نہیں۔ تمہاری جوتیوں کی خاک بھی نہیں مجھ سے زیادہ گناہگار تو دنیا میں کوئی نہ ہو گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو ظاہر ہے کہ دونوں ہی جھوٹ بول رہے ہیں۔ حقیقت سے دونوں ہی دور ہیں۔ ایک افراط میں پڑ گیا اور دوسرا تفریط کا شکار ہے۔ صحیح پوزیشن کی وضاحت بڑی مشکل ہے مگر صراط مستقیم کا تقاضا یہی ہے کہ اپنی یا دوسرے کی صحیح پوزیشن بیان کرنے میں نہ زیادتی ہو نہ کمی۔ اس کی ایک مثال قرآن پاک سے سن لیجئے:

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد۔

کہہ دیجئے کہ میں تمہارے ہی جیسا بشر ہوں (فرق صرف یہ ہے کہ) مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا الٰہ ایک ہی ہے۔

دیکھئے کتنی صحیح پوزیشن ہے جس میں نہ کوئی مبالغہ ہے نہ غلط خاکساری۔ جس طرح چاہیئے اسے ٹھونک بجا کر دیکھ لیجئے غلط بیانی

کا ادنیٰ سے ادنیٰ شائبہ بھی اس کے اندر موجود نہیں بس ایک سچی حقیقت اور ایک سراپا صداقت ہے جس کا اظہار ہو رہا ہے۔

عام طور پر انسانوں کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ اُن باتوں کا بھی کریڈٹ لینا چاہتا ہے جن میں اس کا کوئی حصّہ نہ ہو قرآن پاک نے انسان کی اس نفسی کیفیت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ :

یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا

وہ لوگ ان باتوں کے عوض بھی اپنی ستائش کے خواہشمند رہتے ہیں جو انھوں نے سرے سے کی ہی نہ ہوں۔

اور یہ مرض تو بہت عام ہے کہ اپنی خدمات کو خواہ وہ بہت تھوڑی کیوں نہ ہو انسان بڑھا چڑھا کر مشہور کرتا ہے۔ جسے موجودہ زبان میں "پروپیگنڈا" کہتے ہیں اور جو آجکل سب سے بڑا ہنر ہے۔ اگر اسے کہیں اس سے زیادہ خدمت نظر آئے تو وہ یہ کہتا ہے کہ یہ ہمارے ہی لگائے ہوئے پودے کے خوشگوار ثمرات ہیں گویا اس کے عوض بھی ستائش کے اصل مستحق ہم ہی ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ اگر آپ کوئی نئی قابلِ قدر بات یا کام کریں تو بہت سے لوگ کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو عرصۂ دراز سے یہی کہتے چلے آئے ہیں، یا ہم اسے پہلے ہی لکھ چکے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام دعاوی کے اندر اصل نفسیاتی جذبہ یہی ہوتا ہے کہ ہر چیز کا کریڈٹ ہم کو ملے۔ ایسے اونچے لوگ آپ کو بہت کم ملیں گے جو دوسروں کے فضل یا خدمات کا بھی اعتراف کریں اور اپنے لئے اتنی ہی ستائش پر قناعت کریں جتنی کے وہ واقعی مستحق ہوں۔ اور ایسے لوگ تو بہت ہی خال خال نظر آئیں گے جو اپنے استحقاق سے زیادہ ستائش کو دیکھ کر برملا کہہ دیں کہ اس کا اصل مستحق فلاں شخص ہے اور میرا حصّہ اس میں اتنے سے زیادہ نہیں ——

ہماری صحافت میں تو یہ مرض بہت عام ہے کہ ہر صحافی کی اندرونی خواہش اور اس کے ساتھ دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ جو معقول بات ہو وہ صرف میری زبان سے نکل سکتی ہے اور ہر غیر معقول بات دوسروں کی زبان سے نکلنی چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کسی تنقید کرتے وقت اس کے صرف نامعقول حصّے کو سامنے رکھتے ہیں اور اس کی خوبیوں کا کبھی اعتراف نہیں کرتے۔ تنقید کا یہ گھٹیا معیار ہمارے ہاں بہت اونچا ہے اور عام ہے۔ اس کا نفسیاتی تجزیہ کیجئے تو اندر سے صرف یہی آرزو نکلے گی کہ ہر خوبی کا کریڈٹ ہمیں ملنا چاہیئے۔

لیکن اعلیٰ کردار اور پختہ سیرت جس کے حصّے میں آئی ہو اس کا دل ایسی غلط آرزوؤں سے بالکل پاک ہوتا ہے۔ وہ ہر حقیقت کا اظہار اس کے اصلی رنگ میں کرتا ہے۔ اس میں نہ زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔ نہ اپنے حق میں مبالغہ آمیز دعاوی اور نہ دوسروں کے اعتراف میں کوئی کوتاہی۔

اسی روشنی میں زیرِ بحث حدیث کو دیکھئے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ :

میری اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص ایک عمدہ و حسین عمارت بنائے اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رکھے لوگ اسے ہر طرف سے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں اور یہ کہہ رہے ہوں کہ اس اینٹ کی جگہ کیوں نہ پُر کی گئی۔ وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اللہ اللہ! اس اعترافِ حقیقت کو دیکھئے اور بار بار دیکھئے کس طرح تمام انبیاء کی خدمات (CONTRIBUTIONS) کا کھلے

دار سے اعتراف ہے کہ دین کی عمارت تعمیر کرنے میں سب کا حصّہ ہے ۔ میرے ہاتھوں صرف تکمیلِ عمارت ہوئی ہے ۔ اگر حضورؐ یہ فرما دیتے کہ اس عمارت کا آدھے سے زیادہ حِصّہ صرف میں نے تعمیر کیا ہے تو مادرِ گیتی کا کونسا فرزند اسے جھٹلا سکتا تھا؟ کونسی تاریخ اس کی تکذیب کر سکتی تھی؟ اور اہلِ اسلام میں کون بدبخت اس سے انکار کر کے اپنے ایمان کو برباد کر سکتا تھا؟ آج صحفِ آسمانی اور تاریخِ انسانی میں انبیا کی جو خدمات موجود ہیں انھیں دیکھتے ہوئے حضورؐ کا بڑے سے بڑا دعویٰ بھی صحیح تسلیم کر لیا جا سکتا تھا اور نوے فیصد کریڈٹ حضورؐ کے حِصّے میں بہ آسانی آ سکتا تھا ۔ لیکن عدل، اعترافِ حق اور اظہارِ حقیقت کا کتنا اعلیٰ نمونہ ہے کہ نہ کسی کے فضل کے اعتراف میں کوئی کوتاہی ہے نہ اپنی خدمات کے اظہار میں کوئی مبالغہ ۔

اس حدیث میں بڑی حقیقت یہ پوشیدہ ہے کہ تکمیلِ دین میں بھی ارتقائی منازل طے ہوتی رہی ہیں ۔ عقلِ انسانی کے ساتھ ساتھ دینی تصورات میں ارتقا ہوتا رہا ہے ۔ جب ایک عمارت بنتی ہے تو بنیاد ڈالنے سے لے کر تکمیلِ عمارت تک ہر قدم ارتقائی قدم ہی ہوتا ہے ۔ دین کی عمارت میں بھی یہی صورت رہی ہے ہر پیغمبر نے ایک اینٹ رکھ کر اس مقصد کو آگے بڑھایا اور اسے تکمیل سے قریب تر کر دیا ۔ لیکن تکمیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھوں سے ہوئی ۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا . . . . .

آج ہم نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور تمہارے لئے بحیثیت دین کے اسلام کو پسند کر لیا ۔

یہ اسلام ایک دین اور نظامِ زندگی کی حیثیت سے تمام انبیا کا واحد دین تھا ۔ سب کا دین اسلام ہی تھا اور سب نے اس عمارت کو پروان چڑھانے میں اپنی استطاعت بھر حصہ لیا مگر تکمیل و اختتام اور اس نعمت کا اتمام محمدؐ عربی کے حصّے میں آئی اور نبوت کا مقصد پورا ہو گیا ۔ لہٰذا نبوت بھی ختم ہو گئی ۔ وانا خاتم النبیین ۔

گویا معمار تو سب ہی پیغمبر ہیں لیکن آخری معمار خاتم النبیینؐ ہیں ۔ اب رہا یہ شک کہ حضورؐ کی خدمات تو بس پوری عمارت میں ایک اینٹ کے برابر ہی ہوئی تو اسے اس طرح فرض کر لیجئے کہ اس معماری میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اگر اتنے ہی پیغمبر گزرے ہوں معماروں نے حِصّہ لیا ۔ کسی نے ایک ردّا رکھ دیا کسی نے آدھی اینٹ اور کسی نے پوری اینٹ ۔ خاتم الانبیاءؐ نے پوری اینٹ رکھی اور وہ بھی ایسی جس کے بغیر پوری عمارت ہی ناقص تھی اور اس اینٹ کے رکھتے ہی پوری عمارت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مکمل ہو گئی ۔ حضورؐ کی خدمات کی کمی کے متعلق تو اس وقت یہ شبہ کیا جا سکتا تھا ۔ جبکہ کسی اور نے حضورؐ سے زیادہ پختہ اور بڑی اینٹ رکھی ہوتی ۔ لہٰذا حضورؐ کی رکھی ہوئی اینٹ کو پوری عمارت کی نسبت سے دیکھنا صحیح نہیں ۔ بلکہ اسے دوسری اینٹوں ہی کی نسبت سے دیکھنا چاہیئے ۔ اور اسے اس نقطۂ نظر سے بھی دیکھنا چاہیئے کہ یہ ساری اینٹیں مل کر بھی تکمیلِ عمارت نہیں کرتیں اور حضورؐ کے ہاتھوں جو اینٹ رکھی گئی وہ تکمیلِ دین کا سبب بنی ۔